فروع دین

علامہ سید ابن حسن رضوی صاحب قبلہ جارچوی

روزہ

پارسیوں کو چھوڑ کر دنیا میں شاید ہی کوئی قوم ایسی ہو جو ''روزے'' کی افادیت سے انکار کر سکے یا جس کے دین ومذہب میں روزہ کسی نہ کسی شکل میں موجود نہ ہو۔ مگر اسلامی روزے کی شان سب سے نرالی ہے۔ یہاں روزہ بھی ایک اجتماعی عمل اور قومی وملی شغل کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ آج جب یورپ میں جنگ کا بازار گرم ہے اور متحارب فریق ایک دوسرے کی ناکہ بندی کر رہے ہیں تو ہم بار بار (Rationing) کا نام سنتے ہیں۔ یعنی ضروریات زندگی اور خصوصیت کے ساتھ کھانے پینے کی چیزوں پر حکومت کی نگرانی ہے۔ اور ہر شخص کو ''نپا شوربا اور گنی بوٹی'' دی جاتی ہے۔ اسلام اپنے پیروؤں کو ہر سال مہینہ بھر تک نصف غذا (Half Ration) پر رکھ کر ایک طرف تو ان کے اندر فوجی زندگی کو برقرار رکھتا ہے اور دوسری طرف کفایت شعاری، نفس کشی اور دوسروں کے دکھ درد کے احساس کی عادت ڈالتا ہے۔ فرض کیجئے کہ دنیا میں ساٹھ کروڑ مسلمان ہیں اور ہر مسلمان اپنی غذا پر اوسطاً چار آنہ فی وقت خرچ کرتا ہے، تو ایک مہینے میں وہ سات روپیہ آٹھ آنے بچا سکتا ہے۔ اب ان سات روپیہ آٹھ آنے کو ساٹھ کروڑ سے ضرب دیجئے اور دیکھئے کہ مسلمان اگر چاہیں تو رمضان میں کتنی بڑی دولت بچا کر دین وملت کے مفید کاموں میں صرف کر سکتے ہیں۔ جن لوگوں نے رمضان کے مہینے میں افطار کے وقت مسلمانوں کے اجتماعات، ان کی مساجد کی چہل پہل اور پھر عید کے اتحاد پرور نظارے دیکھے ہیں؛ وہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ روزوں کے اس اجتماعی مظاہرے سے تمدن اور سیاست کے کیسے کیسے نکتے حل ہوتے ہیں؛ اور یکجہتی اور مواسات کو اس سے کتنی تقویت پہنچتی ہے۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو انسان کی ساری تباہ کاریاں دو جبلی خواہشوں کی وجہ سے ظہور میں آتی ہیں (۱) خورد ونوش (۲) جنسی میلان؛ روزہ انھیں دو جبلتوں کو قابو میں لانے کی مشق ہے۔ گویا ماہ رمضان مسلمانوں کے لئے ایک سالانہ ٹریننگ کیمپ (تربیت گاہ) ہے جہاں ضبط نفس کی تعلیم وتربیت کا سامان مہیا کیا جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل آیت میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے:

یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِینَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُونَ۔

اے ایمان والو! تم پر بھی روزے اسی طرح فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے؛ تا کہ تم پرہیزگاری حاصل کرو۔ (بقرہ:۱۸۱)

اگر نماز ظاہری مساوات پیدا کرتی ہے۔ تو روزہ باطنی مساوات کی داغ بیل ڈالتا ہے۔ اس کی بدولت امیر اور خوش

حال لوگوں کو اپنے غریب اور فاقہ مست بھائیوں کی تکلیف میں شریک ہونے کا موقع ملتا ہے اور صبح سے شام تک بھوکے پیاسے رہ کر اس اذیت کا احساس کر لیتے ہیں جو فاقے کی وجہ سے ان کے غریب بھائیوں کو آئے دن ستاتی رہتی ہے۔ اور اس طرح ہمدردی کا جذبہ ان کے دل میں موجزن ہوتا ہے۔ اور وہ حقارت جو فاقہ مست لوگوں کی طرف سے ان کے قلب میں مسکن گزین تھی دور ہو جاتی ہے۔

زکوٰۃ

دولت کی صحیح اور مناسب تقسیم کا مسئلہ ہر ملک اور ہر عہد میں پریشان کن رہا ہے۔ بعض مذاہب تو ایسے ہیں کہ انھوں نے اس کے حل کرنے کی طرف توجہ ہی نہیں کی۔ بعض نے سرے سے ملکیت کو گناہ قرار دے دیا۔ اور اس طرح بیکاری، مفت خوری اور رہبانیت کی حوصلہ افزائی کی۔

دوسرے معاملات کی طرح اس معاملہ میں بھی اسلام نے جادۂ اعتدال اختیار کیا ہے۔ اس نے محنت ومشقت کر کے جائز طریق پر دولت کمانے کو گناہ نہیں بتایا، اس کو روک رکھنے اور راہ خدا میں صرف نہ کرنے کو ممنوع قرار دیا۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ۔ (توبہ/ ۳۴)

وہ لوگ جو سونے چاندی کو جوڑ جوڑ کو رکھتے ہیں اور راہ خدا میں صرف نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔

وَيْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُمَزَةٍ۔ نِالَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ۔ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهُ اَخْلَدَهُ۔ كَلَّا (ہمزہ/۱۔۳)

طعنہ زن اور عیب جو پر وائے ہو، جو مال کو جمع کرتا ہے اور اس کو گن گن کر یہ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کو سدا زندہ رکھے گا۔ ہر گز نہیں۔

پھر زکوٰۃ کا ٹیکس عائد کر کے دولت کو بیکار پڑے رہنے اور ملت اسلامیہ کے کام نہ آنے سے روک دیا۔ کیونکہ جب ہر شخص کو لازمی طور پر سال میں ایک خاص رقم ادا کرنی پڑے گی تو وہ کوشش کرے گا کہ جہاں تک ہو یہ رقم منافع سے ادا کرے اور اصل سرمایہ کو محفوظ رکھے۔ واضح ہو کہ زکوٰۃ انہی چیزوں پر واجب ہوتی ہے جن میں بقا اور نمو ہو یعنی وہ ایک مدت تک اپنی حالت پر باقی رہیں اور ان میں پیداوار، تناسل میں مبادلہ کی بنا پر بڑھنے کی صلاحیت موجود ہو۔

زکوٰۃ کے مصارف قرآن شریک نے مقرر کئے ہیں:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللّٰہِ۔ (توبہ/ ۶۰)

صدقات (زکوٰۃ) فقیروں، مسکینوں اور زکوٰۃ کے صیغہ میں کام کرنے والوں (کا حق ہے)، ان لوگوں کے لئے ہے جن کی (اسلام کی طرف) تالیف قلوب کرنا ہے، اور (ان لوگوں کی گلوخلاصی کرانے کے لئے ہے) جو غلامی میں ہیں یا مقروض ہیں یا جن کو تاوان دینا ہے۔ (اس کے علاوہ اس کو) راہِ خدا میں (صرف کیا جاسکتا ہے) اور مسافروں کی (امداد کے کام میں لایا جاسکتا ہے)۔ یہ حصے اللہ کی طرف سے مقرر ہیں۔

غور سے دیکھئے تو ان آٹھوں مصارف میں نیکی اور خیرات کے تمام شعبے آجاتے ہیں۔

(۱) فقراء اور

(۲) مساکین میں وہ سب محتاج اور مجبور لوگ شامل ہوجاتے ہیں جو کسی بیماری یا مجبوری کی وجہ سے اپنی روزی نہیں کما سکتے۔

(۳)عاملین میں وہ سب لوگ آجاتے ہیں جومحکمہ زکوٰۃ میں کام کرتے ہیں۔

(۴)مولفة القلوب کے ماتحت وہ سب امدادیں آجاتی ہیں جولوگوں کواسلام کی طرف مائل کرنے کے لئے دی جائیں۔

(۵)''فی الرقاب'' سے یہ مراد ہے کہ غلاموں اور قرضداروں کی گلوخلاصی کرانے کے لئے زکوٰۃ سے روپیہ صرف کیا جائے۔

(۶)''غارمین'' کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے لڑنے والے افراد یا قبائل میں مصالحت کرانے کے لئے مالی ضمانت کرلی تھی ان کی یہ ضمانت زکوٰۃ سے ادا کی جاسکتی ہے۔

(۷)فی سبیل اللہ یعنی نیکی کے جتنے کام ہیں سب زکوٰۃ کے روپیہ سے سرانجام دیئے جاسکتے ہیں۔مثلاً جہادوغیرہ۔

(۸)وابن السبیل۔مسافروں کی امداد اور ان کی راحت رسانی کے سامان بہم پہنچانا، راستوں کی درستی، پلوں اور مسافرخانوں کی تعمیر۔

اسلام زکوٰۃ کے ذریعہ سے مفت خوروں اور کاہلوں کی حوصلہ افزائی کرنانہیں چاہتااس لئے اس نے فقراء اور مساکین کی تعریف بھی بتادی ہے۔

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ احْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ لاَيَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لاَيَسْاَلُونَ النَّاسَ اِلْحَافًا (بقرہ/۲۷۳)

ان مفلسوں کے لئے جواللہ کی راہ میں گھر گئے ہیں اور (طلب معاش کے لئے) زمین پر سفرنہیں کرسکتے، ناواقف ان کے نہ مانگنے کی وجہ سے ان کو بے احتیاج سمجھتے ہیں۔تم ان کے چہرہ سے پہچانتے ہو کہ وہ حاجتمند ہیں (اگرچہ) لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے۔

صدقات جمع کرنے کا طریقہ

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ایک گشتی حکم میں صدقات جمع کرنے کا طریقہ بیان فرمایا ہے:

اِنْطَلِقْ عَلٰی تَقْوىٰ اللّٰهِ وَحْدَه لاَ شَرِيكَ لَهُ وَلَا تَروعن مُسلما ولا تَجْتَازن عَلَيْهِ كَارِهًا وَلَا تَأخذَنَ مِنْهُ اَكْثَرَ مَنْ حَقِّ اللّٰهِ فِي مَالِهِ فَإِذَا قَدِمْتَ عَلَى الْحَيِّ فَانْزِلْ بِمَاهُمْ مِنْ غَيْرِ اَنْ تُخَالِطَ اَبْيَاتِهِمْ ثُمَّ اِمْضِ عَلَيْهِمْ بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ حَتّٰى تَقُوْمُ بَيْنَهُمْ فَتُسَلِّمْ عَلَيْهِمْ وَلَا تخدج بِالتَّحِيَّةِ لَهُمْ ثُمَّ تَقُوْلُ عِبَادَ اللّٰهِ اَرْسِلْنِيْ اِلَيْكُمْ وَلِيُ اللّٰهِ وَخَلِيْفَة لاَخذَ مِنْكُمْ حق اللّٰهِ فِي اَمْوَالِكُمْ فَهَلَّ اللّٰهِ فِي اَمْوَالِكُمْ حق فَتُؤَدُّوهُ اِلٰى وَلِيِّهِ فَإِن قَالَ قَائِلٌ لَا فَلاَتَرَاجِعَهُ وَاِنْ اَنْعَمَ لَكَ مُنْعِمٌ فَانْطَلَق مَعَهُ مِنْ غَيْرِ اَن تَخْفِيه وَتوعده او تعْسَفه وَترهَقه فَخُذْ مَا اَعْطَاكَ مِنْ ذَهْبٍ اَوْ فِضَّةٍ فَإِن كَانَ لَه مَاشِيَة اَوابِل فلاَتَدْخُلهَا اِلَّا بِاذْنِه فَاِنْ اَكْثَرَهَا لَه فَإِذَا اتَيْتهَا فلاَتَدْخُلْ عَلَيْهَا دُخُوْلُ مَتَسلط عَلَيْهِ وَلَا عَنِيف بِه وَلَا تَنْفَرن بَهِيمَةٍ وَلَا تَفْزَعَنها وَلا تَسوُنَ صَاحِبِهَا فِيهَا وَاصدَعِ الْمَالَ صَدعِينَ ثُمَّ خَيْرِه فَإِذَا اَخْتَارَ فَلاَ تَعْرض لَمَا اَخْتَارَهُ ثُمَّ اصدَعَ الْبَاقِي صَدعين ثُمَّ خَيْرِهُ فَإِذَا اخْتَارَ فلاَتَعْرِضَنَّ لَمَا اَخْتَارة فَلاَ تَزَالَ كَذَالِكَ حَتّٰى يَبْقِيْ مَا فِيهِ وَفَا لِحَقِّ اللّٰهِ فِي مَالِهِ فَاقْبِضْ حَق اللّٰهِ مِنْهُ فَإِن استَفَاكَ فَاقله ثُمَّ اَخْلَطَهُمَا ثُمَّ اَصْنَعْ مِثْلِ الَّذِیْ

(بقیہ............صفحہ ۱۸ر پر)

باتیں شامل ہیں جو تقرب الٰہی کا سبب اور وسیلہ بن سکیں۔ یہی تمام مصارف زکوٰۃ فطر کے بھی ہیں۔ البتہ رشتہ دار فقراء و مساکین ہر حال میں مقدم ہیں۔

فطرہ میں غلہ کے بجائے اس کی قیمت بھی دی جاسکتی ہے جو لوگ عیال میں داخل ہوں اور ان کا نفقہ واجب ہو انہیں فطرہ نہیں دیا جاسکتا۔ اس کو ملازمین کی تنخواہوں میں حساب نہیں کیا جاسکتا۔ فقہ حنفی میں سادات کو زکوٰۃ فطرہ نہیں دی جاسکتی مگر فقہ جعفری میں اگر زکوٰۃ فطر سادات کی ہو تو اسے سادات لے سکتے ہیں۔ غیر سادات کی زکوٰۃ سادات نہیں پاسکتے۔

فقہ حنفی کے مطابق ایک شخص کو احتیاطاً دو سیر گیہوں یا آٹا یا اس کی قیمت ادا کرنا چاہیئے۔ اس گیہوں یا آٹے سے مراد اس کی وہ قسم ہے جو عام طور پر استعمال کی جاتی ہو۔ مگر فقہ جعفری میں ایک فطرے مین احتیاطاً ساڑھے تین سیر گیہوں یا آٹا یا اس کی قیمت ادا کرنا چاہیئے جو اس کی اس قسم کے ریٹ کے مطابق ہو جسے عام طور پر سب استعمال کرتے ہوں۔

اللہ ہم سب مسلمانوں کو احکام خداوندی پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(بقیہ..........فروع دین)

صَنَعَتَ اَوْ لَا حَتّٰی تَاخُذَ حق اللّٰہ فی مالہ۔ (نہج البلاغہ)

جاؤ اس خدائے واحد کا خوف دل میں لئے ہوئے جاؤ جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ (دیکھنا) کسی مسلمان کو ہرگز نہ ڈرانا اور ایسے وقت اس کے پاس نہ گذرنا جب وہ پسند نہ کرتا ہو۔ اور اللہ کا جو حق اس کے مال میں ہو اس سے زیادہ نہ لینا۔ جب تم کسی قبیلہ کے پاس جاؤ تو ان کے گھروں سے دور تالاب کے پاس اترو، پھر سکون و وقار کے ساتھ ان کے پاس جاؤ اور سامنے کھڑے ہو کر پہلے سلام کرو اور پورے آدابِ تحیہ بجالاؤ۔ پھر یہ کہو کہ اے بندگانِ خدا! مجھے خدا کے ولی اور اس کے خلیفہ نے تمہارے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ تمہارے اموال میں جو کچھ حق خدا کا ہے وہ تم سے وصول کرلوں۔ پس اگر واقعی تمہارے پاس اللہ کا کوئی حق ہے تو اس کو ولی اللہ کے پاس پہنچا دو۔ اس پر اگر کوئی یہ کہے کہ ''نہیں'' تو پھر اس سے تعرض نہ کرو اور اگر کہے کہ ''ہاں ہے'' تو اس کے ساتھ جاؤ اور بغیر ڈرائے، دھمکائے، زبردستی اور سختی کے جو کچھ وہ سونے اور چاندی میں سے دے لے، لو۔ اگر اس کے پاس مویشی ہوں اور اونٹنیاں ہوں تو ان کے گلّے میں بغیر اس کی اجازت کے داخل نہ ہو کیونکہ زیادہ حصے کا مالک تو آخر وہی ہے؛ اور جب (مالک کی اجازت سے) اس میں داخل بھی ہو تو اس طرح نہیں جیسے تسلط جمانے والے اور ظالم شخص داخل ہوتے ہیں، نہ کسی جانور کو بھڑکاؤ، نہ ڈراؤ، غرض ان کے ساتھ کوئی ایسی بات نہ کرو جو مالک کو بری معلوم ہو؛ اور مال کو دو حصوں میں تقسیم کردو پھر اس کو اختیار دے دو کہ (وہ جو حصہ چاہے لے لے) اسی طرح باقی نصف کو بھی دو حصوں میں تقسیم کردو اور اس کو اختیار دے دو (کہ جو حصہ چاہے لے لے) اور جب وہ کوئی حصہ پسند کرلے، تو اس سے اس حصہ کی بابت کچھ تعرض نہ کرو۔ پس برابر ایسا ہی کرتے رہو یہاں تک کہ فقط اس قدر مال باقی رہ جائے جس سے خدا کا حق پورا ہوتا ہے۔ بس اس کو لے لو۔ (پس اگر اس میں کوئی ایسا جانور آجائے جس کے دینے سے) مالک معافی مانگے تو معاف کردو اور تمام اموال کو باہم ملا کر اسی طرح از سر نو تقسیم کرو، یہاں تک کہ تم اس کے مال میں سے حق اللہ بھی لے لو (اور اسے شکایت کا موقع بھی نہ رہے)۔

(جاری)